مطبوعات

AT HOME IN PAKISTAN از محترمہ مریم جمیلہ - ناشر: محمد یوسف خان اینڈ سنز ۴۹/۱۵ سنت نگر، لاہور ۱، پاکستان - انگریزی ٹائپ کی اچھی متوسط طباعت، دبیز آرٹ کارڈ کا رنگین سرورق، متن کے صفحات ۲۰۹ پر می فیس، اور تصاویر کے صفحات ۶ -

محترمہ مریم جمیلہ کبھی نومسلم تھی - مگر اب تو وہ اس منزل سے آگے نکل چکی ہیں معنوی لحاظ سے وہ نومسلم ہی ہیں، کیونکہ انہوں نے نہ تو یہاں کے ماحول کے بگاڑ کو کچھ اپنے اُوپر مسلط ہونے دیا ہے اور نہ اس سے بیزار اور بددل ہو کر فی نفسہ اسلام یا پاکستان کے لیے اپنی محبت کو کم کر سکی ہیں - یہ شانِ استقامت! اب ایک جنس کمیاب ہے - اسلام نام ہی " ایمان + استقامت " کا ہے -

مریم جمیلہ ایک عام خاتون نہیں، اعلیٰ درجہ کی مصنفہ ہیں اور اسلام کے متعلق مشرق و مغرب کی تصادم فکری روؤں کے علاوہ وہ خود مسلمانوں کے اندر اسلام اور ماڈرن ازم یا دلیبرٹرینا ئزلیشن کا بڑا غور دبینی مطالعہ رکھتی ہیں بلکہ اس پہلو سے ذہنی طور پر وہ پاکستان آنے سے پہلے ہی معلومات سے خاصی مسلح تھیں - اپنے فوق العام شعور کے سایہ میں جو کتابیں انہوں نے لکھی ہیں، افسوس ہے کہ یہ معاشرہ ان کی قدر نہ کر سکا، اور کسی بھی دوسری قابلِ قدر شئے کی کما حقہٗ کہاں قدر ہوئی - نتیجہ وہ دردناک حالات ہیں جن سے ہم گذر رہے ہیں - علم اور دلیل اور ایمان کی راہ کے علاوہ جدھر چلو گے انجام بد ہو گا -

خیر یہ الگ قصہ ہے - مریم جمیلہ نے اب پاکستان میں اپنی ذاتی اور اب نجی اور ازدواجی

زندگی کو باب بہ باب دُنیا کے سامنے کھول کر رکھنا شروع کیا ہے۔ ترجمان ستمبر ۱۹۸۹ء میں ایک کتاب کا تعارف کرایا گیا تھا: MEMOIRS OF CHILDHOOD AND YOUTH — اس میں محترمہ مریم جمیلہ نے اس دردناک کش مکش کا مشاہدہ کرایا ہے جو شدید حیا پسندانہ اور خرافاتی مخلوط مجالس و تقاریب کی لایعنیات سے (قبل از قبولِ اسلام بھی) متنفر تھیں اور اسلام کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ اس کا یہ رجحان زور پکڑتا گیا۔ اِن حالات میں متضاد معاشرے سے شدید سماجی اور ذہنی کش مکش شروع ہوگئی۔ حتیٰ کہ والدین کی طرف سے بھی آزمائش شدید ہوگئی۔ کئی سال کی اس کش مکش مسلسل نے اسے نفسیاتی دارالعلاج تک پہنچایا۔ اس تجربے کے جلد ہی بعد میں انہوں نے پاکستان کا رُخ کیا۔ مولانا مودودیؒ کی میہمان بھی رہیں۔ پتوکی کے ایک خوشحال دینی گھرانے میں مولانا کے مشورے سے جا کے رہیں اور خوب گھل مل گئیں۔ اسی ابتدائی دور میں ایک وقفہ ایسا بھی آیا کہ ایک بار پھر مریم جمیلہ کو ڈاکٹر رشید چوہدری کے زیرِ علاج رہنا پڑا۔ وہاں سے خان یوسف خان سے رابطہ چلا جو نکاح پر منتج ہوا۔ اب وہ اس خاندان میں خوب گھل مل گئی ہیں اور خوش ہیں۔ پاکستان کی گھریلو زندگی کے بہت سے باریک پہلو، یہاں کے نام، یہاں کے کھانے، یہاں کی محبت و نفرت کے انداز، یہاں کی عام رسوم اور دینی شعائر سب کا بیان ہے۔ بہت سی ناگوار چیزوں کا بھی ذکر ہے اور کئی غم انگیز واقعات کا بھی۔ مگر کسی مقام پر ان چیزوں کے خلاف نفرت کا اظہار نہیں۔ کہیں پاکستان کو ناپسند کرنے کا اشارہ تک نہیں، بلکہ پُر زور طور پر کہا ہے کہ میں اب یہ جگہ چھوڑ کر مغربی ممالک میں جانا اور وہاں کے حالات کو دیکھنا بھی نہیں چاہتی۔

یہ ساری کہانی جس میں افسانے سے بڑھ کر دلچسپی محسوس ہوتی ہے، اُن خطوط پر مشتمل ہے جو محترمہ مریم جمیلہ نے اپنے والدین کو لکھے۔ یہ انگریزی انشاء ادب کا اچھا نمونہ ہیں، سلیس مؤثر زبان ہے۔

کاش کہ اس علمی و دینی شخصیت سے کوئی ادارہ کام لے سکتا، مثلاً رابطہ عالمِ اسلامی اس خدمتِ اسلام پر جو انگریزی میں تحقیقی لٹریچر کی صورت میں سامنے ہے، کوئی قدر افزائی کرسکتا۔

رموزِ شاعری | از عزیز جبران انصاری - شائع کردہ : عادل کتاب گھر، سکھر۔
صفحات : ۱۶۰ - قیمت : ۴۰/- روپے۔

اس کتاب میں مصنف نے کوشش کی ہے کہ شعر گوئی کے شائقین کو فنِ شعر کے بنیادی قواعد اور اس سے متعلقہ بعض دیگر فنون کی ابتدائی ضروری معلومات مہیا کر دی جائیں۔

ہم جس دور میں آج کل گزر رہے ہیں اسے لاُ ابالیانہ زندگی گزارنے کا دور کہا جاسکتا ہے۔ قاعدوں اور ضابطوں کی پابندی طبیعتوں پر ہمیشہ سے گراں گزرتی تھی، لیکن اب تو "روایت شکنی" کے نام پر ہر شعبۂ زندگی میں قواعد و ضوابط شکنی بڑے دھڑلے سے کی جانے لگی ہے۔ اور شعر گوئی بھی اس بے راہ روی سے نہیں بچ سکی ہے۔ کم و بیش روزانہ اخبارات و جرائد میں ایسے ایسے "رشحاتِ قلم" پڑھنے میں آتے ہیں جن کی کوئی نہ کوئی "کل" ٹیڑھی ہی نکلتی ہے۔ اور پھر اردو شعر گوئی کے قواعدِ عروض، جو فارسی والوں نے عربی عروض سے لے کر مزید کس دیے تھے، نا آسخ نے مزید جکڑ بند کر دیے۔ بحروں اور اوزان کے نام، زحافات، سبب و وتد کی پابندیاں، قافیہ و ردیف کی ثقیل بندشیں، اقسامِ شعر کے لیے جدا جدا اوزان کا تعین وغیرہ ـــــ یہ تمام قیود بھلا آج کل کے PUSH-BUTTON والے دور میں کیونکر برداشت کیے جاسکتے! نتیجہ یہ کہ پابند نظموں کے بعد "نظمِ معرا" وجود میں آئی، پھر "نظمِ آزاد" نے میدان سنبھالا، اور جب اس کی برائے نام پابندیاں بھی گراں گزرنے لگیں تو "نثری نظم" کے نام سے شاعری کی مٹی پلید کی جانے لگی۔

مگر افسوس ہے جناب عزیز جبران انصاری پر کہ

ع نئے زمانے میں آپ ہم کو پرانی باتیں سنا رہے ہیں

ایسے حوصلہ شکن ماحول میں اگر بحور و اوزان، ردیف و قوافی اور پھر بدیع و بیان کی اجمالی تعریفیں، مثالیں اور مشقی غزلیں، نظمیں درج کر کے مصنف ایک روایت کی پاسداری کرنا چاہتے ہیں تو ان کی ہمت قابلِ داد اور لائق دعا ہے کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو مشکور فرمائے۔ البتہ ان سے ایک گذارش یہ ہے کہ کتاب کی بعض فروگذاشتوں

سہووں اور غلطیوں پر ایک بار پھر نظر ڈال کر رفع کر لیں۔ کیونکہ اس خشک موضوع پر کی جانے والی بحثیں بھی اگر کسی گوشے میں ناقص یا تشنہ رہ جائیں تو کتاب کی مقبولیت پر اثر انداز ہو سکتی ہیں۔

جدید تاجیکی شعراء | مؤلفہ: جناب کبیر احمد جائسی، ادارۂ علوم اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔ صفحات: ۲۰۴۔ قیمت درج نہیں۔

اِس کتاب میں تاجیک شعراء میں سے اُن چھ صاحبان کا اجمالی تعارف اور بہت مختصر نمونہ ہائے کلام ہمارے سامنے آتے ہیں جن کی عمریں انقلابِ رُوس (۱۹۱۷ء) کے وقت دس گیارہ سال سے بھی کم تھیں، اور انہوں نے اشتراکی انقلاب کو ذہناً و قلباً قبول کر لیا تھا۔

کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ قدیم تذکرہ نگاری اور جدید تاریخ نویسی کے بین بین کی چیز ہے، تذکرہ نگار شعراء کی ترتیبِ زمانی کے بجائے ان کے تخلص کے حروف کی ترتیبِ تہجی ملحوظ رکھتے تھے۔ اور چند سطروں میں شاعر کا تعارف کرا کر اس کے اِکا دُکا شعر بطور نمونہ نقل کر دیتے تھے۔ ان کے برخلاف، تاریخِ شعر مختلف اَدوار میں منقسم ہوتی ہے اور ہر دَور کے نمایاں شعراء کا تفصیلی تعارف نیز ان کے کلام پر تبصرہ بھی اس میں ہوتا ہے اور آخر میں ہر شاعر کے کلام کا معتد بہ حصّہ، جس سے اس کی خصوصیاتِ شعری واضح ہوں، نقل کر دیا جاتا ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں ان دونوں باتوں کو ملحوظ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے، مگر اتنے محتاط انداز میں کہ خود مؤلف کا میلانِ طبع ظاہر نہ ہونے پائے۔ یعنی ہر شاعر کے مختصر حالات کے ساتھ ساتھ اس کے نمونہ ہائے کلام، بلکہ ان کی تشریح بھی ایسے انداز میں کی گئی ہے کہ شاعر کے نقطۂ نظر (اشتراکیت) سے اتفاق یا اختلاف کرنے کا فیصلہ ناظرین پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی بتلاتے چلے گئے کہ اس شاعر کی دوسری (اور نسبتاً اعلیٰ درجے کی) نظمیں یا غزلیں دست یاب نہ ہو سکیں۔ یہ "وضع احتیاط" جس سے مؤلف کا "رکنے لگا ہے دم"

غود ہی قابلِ لحاظ ہے۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مؤلف اب کھل کر اشتراکیت کی مدح کرنے سے قاصر ہے، کیونکہ وہ نظریہ اپنے ہی وطن میں شکست و ریخت کا شکار ہو چکا ہے۔ اس کے برعکس جب ہم موصوف کی وابستگی علی گڑھ جیسے مسلم ادارۂ فکر و نظر اور اس میں بھی " ادارۂ علومِ اسلامیہ" سے پاتے ہیں تو ہمیں توقع ہوتی ہے کہ فاضل مؤلف بے محابا اسلام کی " مدلل مداحی" کریں۔ مگر افسوس ہے کہ یہی توقع پوری کتاب میں پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ اس کے بعد سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیا ان چھ شعرا کا اردو دانوں سے تعارف صرف اس بنا پر کرایا گیا ہے کہ وہ مسلم گھرانوں میں پیدا ہوئے، اور ان کے نام مسلمانوں جیسے ہیں؟ کیونکہ جہاں تک ان نظموں اور غزلوں کا تعلق ہے جو کتاب میں جمع کی گئی ہیں وہ خاصی عامیانہ ہیں۔ ان میں تخییل تو ایک طرف، کوئی اچھی فنی لطافت بھی بمشکل ہی ملتی ہے۔ نیز، زبان کا بھی کوئی لطف نہیں۔ مثال کے طور پر ایک مثنوی کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎ (ملخصاً)

سال ہائے کہ من جواں بودم ۔۔۔ بس خبر از گپِ جہاں بودم

وقتِ من صَرفِ بیقراری بود ۔۔۔ خاک بازی و خر سواری بود
پدرم خواب کردہ در خانہ ۔۔۔ کیم۔ چہ می گفت مثل دیوانہ

مادرم بود تیرہ و (؟) کرخت ۔۔۔ مثلِ بے برگ و بار شاخِ درخت

خانۂ مان بود در حصارِ قدیم ۔۔۔ در حصارِ خرابۂ پُر بیم
(؟)

آتش و خوں بہ دھر بود حاکم ۔۔۔ حاکمِ کشورِ جہانِ قدیم
(؟)

خلقِ شوربدہ چوں ظفر بنمود ۔۔۔ زندگانی تازہ ای سر شُود
(وادی حصار از ترسون زادہ) رشُد؟!

ایک اور ہم عصر کی غزلِ مسلسل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

می کشد ہر لحظہ سوی خویش دل را حُسنِ تو — بہر دل دارد ہمیشہ جنگ با ما حُسنِ تو
زور بازوی ترا او کتابِ چوں بیدار کرد — شہرتِ مردانگی بنمود پیدا حُسنِ تو
با ہمہ بس آب و رنگی، با ہمہ آں سادگی — در میانِ حُسنیاں زیبا و یکتا حُسنِ تو

(حبیب یوسفی سمرقندی)

ایک اور شاعر کا ایک ترجیع بند کا ایک بند بھی دیکھیے ؎

لشکرِ سرخ است چوں دیوارِ آہن در برت
چوں گرہ موف قہرمانی ہست در ہر یک درت
کی دہد رہ، کہ رسد دستِ خیانت بر سرت؟

مادرِ مشفق توئی بر نسلِ زحمت، ای وطن
میر ہم در حفظِ تو، گر لازم آید، جان و تن

("بمادرِ وطن" از عبد السلام دیہاتی)

جناب جالسی کی یہ کوشش ہمیں اُن " ترقی پسند مصنفین " کی یاد دلاتی ہے جنہوں نے ایک باقاعدہ پروگرام اور منصوبے کے تحت ایک دوسرے کو مضامین اور کتابچوں کے ذریعے اُردو دان پبلک میں متعارف کرانے کی مہم چلائی تھی، اور ہر ادیب یا شاعر کو اتنا اُچھالا تھا کہ گویا معروف اور مسلّم اساتذۂ نظم و نثر بھی اِن نوخیز اہلِ قلم کے سامنے طفلِ مکتب ثابت کیے جا رہے تھے۔ اب نصف صدی بعد غالباً یہ مہم شروع کی جا چکی ہے، اور ہمیں دُور افتادہ تاجیکی شعراء سے اس طرح واقف کرایا جا رہا ہے کہ گویا تاریخِ ادب میں ان حضرات کی ناموجودگی ایک نقصان تھا، جس کی تلافی ضروری ہے۔ اِن شعراء کی کاوشوں کی ایک جھلک آپ اُوپر دیکھ چکے۔ فارسی ادبیات کا جو ذوق برِّصغیر میں (جتنا اور جیسا بھی ہے) اس کے پیشِ نظر اگر یہ تاجیکی شعراء بھی یہاں قبولیت حاصل کر سکیں تو یقیناً یہ ایک حیرت ناک امر ہو گا۔

البتہ اس تالیف سے ایک مفید بات یہ ضرور برآمد ہوئی ہے کہ ہمیں فارسی زبان

کی وسعتِ مقبولیت کا کچھ اندازہ ہوا ہے۔ محمود غزنوی نے جس چھوٹی سی علاقائی بولی کی سرپرستی کرکے اُسے زبردست ادبی وعلمی زبان بنا دیا تھا۔ اس کو ترکستانی علاقوں میں آج تک اتنی پذیرائی حاصل ہے کہ وہ اپنی زبان چھوڑ کر اس میں شاعری کرتے ہیں، جبکہ ان پر کوئی حاکمانہ جبر بھی نہیں۔

ہمارا سنگین ترین مسئلہ | مصنف: ڈاکٹر محمد منظور الحق ڈار (ہومیوپیتھ)

ناشر: حرا پبلیکیشنز، میاں مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور، ضخامت: ۱۶۷ صفحات

قیمت: -/۴۰ روپے

محترم ڈاکٹر منظور الحق صاحب اصل میں تو خدمتِ خلق کے شعبۂ ڈاکٹری کے آدمی ہیں۔ امراضِ جسمانی وبدنی کے کامیاب ہومیوپیتھ معالج ہیں۔ دلِ زندہ اور چشمِ بینا کے مالک ہیں، بصیرتِ قلب ونظر سے بھی بہرہ ور ہیں۔ یہ ان کی پہلی قلمی کاوش ہے۔

ہمیشہ سے انسان دو طرح کے امراض سے دوچار چلا آرہا ہے، ایک بدنی وجسمانی امراض اور دوسرے روحانی واخلاقی امراض۔ امراضِ جسمانی کی جس طرح آج کے دور میں بے شمار اقسام ہیں اسی طرح رُوحانی اور اخلاقی امراض کی فہرست بھی طویل ہے۔ رُوحانی امراض میں شرک کی نوعیت بہت زیادہ مہلک ہے۔

ہمارا معاشرہ ہندو، انگریز اور دیگر بے خدا اور ناخدا آشنا تہذیبوں کے تسلط میں پروان پاکر اپنا اصلی حلیہ بگاڑ چکا ہے۔ شرک نے مختلف لبادوں کے روپ دھار کر اس کے خرمنِ ایمان پر ہر طرف سے یلغار کر رکھی ہے۔ آج کا مسلمان جذبۂ دینی کا بڑا علمبردار بھی ہے، کلمہ توحید (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ) کا زبانی اقراری بھی اور شرک کے سنگین ترین اور مہلک ترین ناسور کا شکار بھی۔

"ہمارا سنگین ترین مسئلہ" نامی کتاب میں شرک کی اسی سنگینی پر عام فہم پیرایہ میں دعوتِ فکر دی گئی ہے تاکہ لوگ خود بھی اس سے بچیں اور دوسرے بھائیوں کو بھی بچائیں۔

(عبدالوکیل علوی)

تصوف اور اہل تصوف از مولانا سید احمد عروج قادری - مرتب: ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی - ناشر: مرکزی مکتبہ اسلامی ۱۳۵۳ چتلی قبر دہلی ۶
ضخامت: ۳۷۵ صفحات - قیمت: ۴۰/- روپے

مولانا سید احمد عروج قادری دورِ جدید کے متبحر علمائے دین میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی علمی دینی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے جس سے اہلِ دنیا تادیر مستفید ہوتے رہیں گے۔ مولانا موصوف نے جہاں دینی علوم پر گراں قدر کام کیا ہے، وہاں انہوں نے تصوف پر بھی بے مثال ولازوال کام انجام دیا ہے۔

مولانا کا بذاتِ خود تعلق صوفیا کے ایک خانوادہ سے تھا اور خاندان کے ایک بزرگ سے بیعت بھی تھے۔ اس وجہ سے موصوف تصوف کے کوچہ کے نشیب و فراز سے بخوبی آگہی و واقفیت رکھتے تھے۔ اس موضوع پر ان کی زندگی ہی میں دو کتابیں شائع ہو چکی تھیں۔ ایک کا نام "اسلامی تصوف" اور دوسری کا نام "تصوف کی تین اہم کتابیں"۔ ان میں سے ایک سید علی ہجویریؒ کی کشف المحجوب اور دوسری نظام الدین اولیاؒ کے ملفوظات کا مجموعہ فوائد الفواد اور تیسری مجدد الفِ ثانیؒ کے شہرۂ آفاق مکتوبات یعنی مکتوباتِ ربانی کا تعارف اور ان پر نقد و تبصرہ۔

زیرِ تبصرہ کتاب میں وہ مضامین جمع ہیں جو مولانا مرحوم نے اس موضوع پر مختلف اوقات میں لکھے ہیں ــــ ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ کے زیرِ اہتمام ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی صاحب نے اس موضوع سے متعلق بکھری ہوئی تحریروں کو بڑی محنت کر کے عمدہ اسلوب میں یکجا مرتب کر دیا ہے۔

مولانا موصوف نے غیر اسلامی تصوف پر ایک طویل مقالہ لکھا، اس میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

> "جب قیاسات اور ظن و تخمین کا بازار گرم ہو گیا، عقائد کی دنیا میں شکوک و شبہات کی آندھیاں چلنے لگیں۔ اور الحاد نے پر پُرزے نکالے، فلسفۂ یونان کے اثرات اسلامی معاشرے میں پھیلنے اور سرایت کرنے لگے

تو علمائے اسلام نے علم کلام کی داغ بیل ڈالی۔ اور کتاب وسنت کو چھوڑ کر فلسفہ کا جواب فلسفہ سے دیا جائے گا۔"

اس طرح دینِ اسلام کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک حصّہ سیاست وحکومت کا جو خلفاء، سلاطین و امراء اور وزراء کے لیے مختص کر دیا گیا۔ اور ایک حصّہ عبادات اور فقہی احکام کا جو علماء وفقہاء کے لیے مخصوص کر دیا گیا۔ ایسے ماحول اور ایسے حالات میں تصوف نے جنم لیا۔ پھر غیر اسلامی نظریات وعقائد اس میں گھس آئے۔ اور وحدۃ الوجود، وحدۃ الشہود، فنا و بقا، فانی فی اللہ، باقی باللہ، واصل بحق، خدا رسیدہ وغیرہ اصطلاحیں وجود میں آئیں۔

المختصر اس موضوع پر ایک اچھی کتاب وجود میں آگئی ہے۔

(عبدالوکیل علوی)

طبقۂ اُناث، یہاں اور وہاں | مؤلف: محمد نصیر قریشی۔ ملنے کا پتہ: مقدس پبلشرز ۳۸۔ اردو بازار، لاہور۔

اس رسالے میں عورتوں کے دائرۂ کار اور ان کی ذمہ داریوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ لیکن بحیثیت مجموعی اس نے "در مذمت نساء" کا رنگ اختیار کر لیا ہے۔ یہ صفت تنقیص کے لیے ہے۔

ماہنامہ پکار | مدیرہ: روبینہ ناز۔ پتہ دفتر: بی ۱۴۱ ۲۔ بلاک ۱۳ ڈی ون گلشنِ اقبال، کراچی۔ فی پرچہ ۸/- روپے۔ سالانہ: ۵۰/- روپے

اسلامی جمعیت طالبات پاکستان کا ترجمان یہ ماہنامہ اپنے اندر اسلامی نقطۂ نظر سے خواتین کے لیے فکری رہنمائی اور ان کی تعلیم وتربیت کا خاص سروسامان رکھتا ہے۔ یہ اسلامی فکر وسیرت اور اعلیٰ انسانی اقدار کے تحفظ کا علمبردار ہے اور ہر پہلو سے ایک مکمل ماہنامہ ہے جس سے خواتین کے اسلامی تشخص کو اُجاگر کرنے میں مدد ملتی ہے۔

ماہنامہ افکارِ معلم | مدیرِ اعلیٰ : شبیر احمد منصوری۔ مقامِ اشاعت: ۴۷۔ایبک پارک ۴۔ بہاول شیر روڈ، مزنگ، لاہور ۵۴۰۰۰

مشہور ماہرِ تعلیم پروفیسر سید محمد سلیم کی نگرانی میں شائع ہونے والا یہ تعلیمی رسالہ خاص مقصد کا حامل ہے۔ جس کے پیشِ نظر پاکستان میں رائج مختلف نظامہائے تعلیم کو اسلامی تقاضوں کے مطابق ایک ہی نظامِ تعلیم میں ڈھالنا، نظریۂ پاکستان کا تحفظ، اساتذہ کی صحیح اسلامی تربیت اور اُن کی فلاح و بہبود کے علاوہ طلبہ کی تعلیمی و فکری رہنمائی کرنا ہے۔ اپنے اس مقصد کے حصول میں یہ ماہنامہ بہت سرگرمِ عمل ہے۔ اور دراصل یہ تنظیم اساتذہ پاکستان کا ترجمان و نمائندہ ہے۔

بدل اشتراک فی شمارہ: ۵/- روپے اور سالانہ ۶۰/- روپے ہے۔

میزانِ محبت | از ڈاکٹر ام کلثوم علوی۔ ایم۔ بی بی ایس۔ ڈی ایم سی، ایچ۔

ناشر: الجمعیۃ پبلیکیشنز۔ فیصل آباد (پتہ ناکافی)

ہے تو پمفلٹ جسے "اسلامی جمعیت طالبات پاکستان" نے شائع کیا ہے، مگر مصنفہ کی فضیلت کے علاوہ یہ اس کی چوتھی اشاعت ہے۔ پمفلٹ کا درس خدا پرستانہ فکر و کردار کا درس ہے اور اسلامی تحریک صلاح و فلاح کی تلقین ہے۔ مضمون کے چھوٹے چھوٹے حصے کر کے، ہر بات دل نشین جملوں میں پیش کی گئی ہے۔ اقبال کے مصرعوں کو ذیلی عنوانات کے طور پر برتا گیا ہے۔ خاص زور "کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں" پر ہے۔ اہل ذوق اسے حاصل کر کے ضرور پڑھیں۔